قرآنی تصور ازدواج کی روشنی میں زوجین کا معاشرتی دائرہ کار (قسط اول)

ڈاکٹر اکرام الحق یٰسین*

خلاصہ:

مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ زندگی کی گاڑی نہ مرد کے بغیر چل سکتی ہے نہ عورت کے بغیر۔ ان میں سے کوئی ایک بھی زندگی سے نکل جائے تو دوسرے کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ ابتدائی صحف آسمانی سے قرآنِ مجید تک ہر آسمانی کتاب میں عورت کے مقام، اس کے کردار اور تحفظ کے بارے میں واضح ہدایات نازل کی گئی ہیں۔ خواتین کے معاشرتی کردار کے تجزیاتی مطالعے کی طرف آئیں تو یہ بات واضح ہے کہ جہاں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا تذکرہ ہوا، وہاں ان کی تخلیق کا مقصد خلافت ارضی کی تفویض بتایا گیا ہے۔ اس لحاظ سے زمین کی آباد کاری، اس میں معاشرے کی تشکیل اور اس کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری حضرتِ انسان کو سونپی گئی ہے۔ انسان یا اولادِ آدم صرف مرد ہی نہیں عورتیں بھی ہیں اور کاروبارِ زندگی کو جادۂ مستقیم پر استوار کرنے اور رکھنے میں ان کے کردار کی اہمیت مردوں کے کردار سے کسی قدر کم نہیں۔ تاریخ میں عورت سمیت کئی دیگر انسانی طبقات پر ظلم و ستم اور ناانصافی کا ذکر ملتا ہے، مگر صنفی بنیادوں پر مرد عورت کے معاشرتی کردار پر اس انداز سے بحث کی نوبت شاید کبھی نہیں آئی جس انداز سے دور جدید میں کچھ عرصے سے یہ موضوعِ گفتار و کردار بنا ہوا ہے۔ مسلمان جس طرح اپنے دینی ورثے سے عملی طور پر دور ہو کر اپنی دیگر معاشرتی اقدار کو کھو بیٹھے ہیں، اسی طرح خواتین کے حقوق کی پامالی بھی معاشرے میں ایک روگ کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ پاکستان کے معروضی حالات میں اس کا پسِ منظر قیامِ پاکستان سے پہلے کے رسم و رواج بھی ہو سکتے ہیں اور اس میں وڈیرہ شاہی کے مخصوص حالات کا دخل بھی ہو سکتا ہے۔ چوں کہ ظلم و ستم کا ہمیشہ ردعمل ہوتا ہے۔

کلیدی الفاظ: تصور ازدواج، قرآن و سنت، معاشرہ، رسم و رواج، حقوق خواتین

---

* سیکرٹری اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان، اسلام آباد

مشہور محاورہ ہے کہ مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ یہ جملہ ہمیں سیکنڈری سکول کی سطح پر تعلیم نسواں کے مضمون کے شروع میں لکھوایا جاتا تھا۔ یہ بات سو فیصد درست ہے۔ زندگی کی گاڑی نہ مرد کے بغیر چل سکتی ہے نہ عورت کے بغیر۔ ان میں سے کوئی ایک بھی زندگی سے نکل جائے تو دوسرے کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جلد ہی ان کے جیون ساتھی حضرت حوا کی تخلیق فرمائی۔ اس وقت سے لے کر نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل ہونے والی آخری کتاب قرآنِ مجید تک ہر آسمانی کتاب میں عورت کے مقام، اس کے کردار اور تحفظ کے بارے میں واضح ہدایات نازل کی گئی ہیں۔ قرآنِ مجید میں ایک طویل سورہ کا نام ہی النساء رکھا گیا ہے[1]، جس میں عورتوں کے تحفظ کے بارے میں نہایت اہم ہدایات دی گئی ہیں۔ سورۂ نور[2] میں بھی حقوقِ نسواں کے تحفظ کے اصول و ضوابط ہیں۔ امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عمال کو لکھا کہ اپنے مردوں کو سورۂ مائدہ سکھاؤ اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ اور انہیں چاندی کے زیورات پہنایا کرو[3]۔

یہ تو فکری طور پر خواتین کے مقام و مرتبے کے تحفظ کی قرآنی مثالیں ہیں۔ اس کی عملی مثالوں کی بھی قرآنِ مجید میں کمی نہیں۔ ایک پوری سورت حضرت مریم علیہا السلام کے نام پر ہے۔ پاکیزگی، عبادت گزاری اور حیا میں ان کا کردار غیر معمولی تھا۔ ان کی ثابت قدمی کا یہ عالم تھا کہ ایک طرف پوری قوم الزام لگانے والی تھی اور دوسری طرف وہ اکیلی ان کا سامنا کرنے والی۔ مخالفت کے ایک طوفان کے مقابلے میں ان کے ایمان، ثابت قدمی اور تعلق مع اللہ میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ کتاب اللہ کی یہ پوری سورت ان کے نام کر دی گئی، جو ایک سو کے قریب آیات پر مشتمل ہے[4]۔ ایک اور عجیب اتفاق ہے کہ قرآنِ مجید میں جہاں معیارِ ایمان کے عملی مظاہرے کی مثال دینا مقصود تھی وہاں ایک خاتون ہی کو بطورِ مثال پیش کیا گیا اور جہاں کفر کی عملی صورت سمجھانا مقصود تھا تو اس کے لیے بھی دو خواتین کا تذکرہ کیا گیا۔ ایمان والی مثال فرعون کی بیوی کی ہے جس نے کفر، جبر اور ظلم و ستم کے ماحول میں ایمان قبول کیا جس کی وجہ سے فرعون نے اس پر ظلم

---

[1]: سورت نمبر ۴، جو چوتھے پارہ سے شروع ہو کر چھٹے پارہ کے تقریباً ربع پر ختم ہو جاتی ہے۔

[2]: سورت نمبر ۲۴، پارہ نمبر ۱۸۔

[3]: شعب الایمان: ذکر سورۃ الأعراف والتوبۃ والنور ۲: ۴۷۲

[4]: مریم: ۱۹

کے پہاڑ توڑے مگر اس کے پایۂ استقلال میں ذرہ بھر کمی نہ آئی۔اس عورت نے مصر کی خاتون اول ہونے اور رب اعلی ہونے کے دعوے دار فرعون کی ملکہ ہونے کے باوجود، فرعونی محلات کے اندر رہتے ہوئے یہ دعا کی:

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِه وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ[1]

اے میرے رب میرے لیے اپنے ہاں ایک گھر بنادے، مجھے فرعون اور اس کے ظلم سے نجات دے اور ظالم لوگوں سے بھی میری جان چھڑادے۔

کفر کی مثال میں دو جلیل القدر انبیاء کی بیویوں کا تذکرہ ہے: ایک حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تھی، جنہیں خود آدمِ ثانی کہا جاتا ہے اور طوفان کی تباہی کے بعد جن سے دوبارہ نسل انسانی چلی۔ قوم کے درمیان ان کا قیام قرآنِ مجید نے پچاس کم ایک ہزار برس بتایا ہے۔دوسری عورت جس کا اس ضمن میں تذکرہ ہوا وہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی تھی۔جو کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قریبی رشتہ دار اور ان کے ہم عصر نبی تھے۔ان دونوں عورتوں کی کفر پر ثابت قدمی اس قدر تھی کہ بیتِ نبوت اور اس کا پاکیزہ ماحول اور جلیل القدر انبیاء کی کوشش بھی انہیں راہِ راست پر نہ لا سکی۔ان دونوں مثالوں کے ساتھ ہی ایک خاص پیرائے میں پھر حضرت مریمؑ کا تذکرہ ہوا ہے: "اور مریم بنت عمران جس نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دی، اور اس نے اپنے رب کی باتوں کو سچ مانا اور اس کی کتابوں کو بھی اور وہ اطاعت کرنے والوں میں سے تھی[2] "۔یہ عورت کی فطری طاقت کی کچھ جھلکیاں ہیں جس سے معاشرے کی تعمیر یا تخریب میں مؤثر کردار ادا کرنے کی صلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔یوں خواتین کے تحفظ کو آسمانی ہدایات اور ادیان عالم میں ایک خاص مقام حاصل رہا۔قرآن وسنت سمیت پورے اِسلامی لٹریچر میں بھی خواتین کا لحاظ رکھنے کی بڑی تاکید موجود ہے۔پیغمبرِ اِسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ حجۃ الوداع کو انسانی حقوق کا سب سے پہلا چارٹر مانا گیا ہے۔اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد عورت کے ایک دوسرے پر حقوق کے بارے میں نہایت جامع ارشادات فرمائے ۔سنن بیہقی میں منقول ان ارشادات کا ایک جملہ یہ ہے : اتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللَّهِ ...[3] عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیوں کہ تم

---

[1]: تحریم ۶۶:۱۱

[2]: یہ تینوں مثالیں سورۂ تحریم ۶۶:۹— :۱۱ میں یکجا موجود ہیں۔

[3]: السنن الکبریٰ للبیھقی، طبع دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن، ۱۳۴۴ھ، ۷: ۳۰۴

لوگوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے۔ اس جملے میں دینی نصوص کا مخصوص تربیتی انداز نمایاں ہے، جس سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ خواتین کو ان کا مناسب مقام دینے کی جواب دہی اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ہو گی۔ اِسلامی فقہی ادب کے خاندانی مسائل کے ابواب میں بالخصوص اور دیگر ابواب میں حسبِ ضرورت خواتین کے بارے میں احکام موجود ہیں۔

اب خواتین کے معاشرتی مقام یا دوسرے لفظوں میں معاشرے کی تعمیر و ترقی میں خواتین کے کردار کے تجزیاتی مطالعے کی طرف آئیں تو یہ بات واضح ہے کہ جہاں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا تذکرہ ہوا، وہاں ان کی تخلیق کا مقصد خلافت ارضی کی تفویض بتایا گیا ہے۔ اس لحاظ سے زمین کی آباد کاری، اس میں معاشرے کی تشکیل اور اس کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری حضرتِ انسان کو سونپی گئی ہے۔ انسان یا اولادِ آدم صرف مرد ہی نہیں عورتیں بھی ہیں اور کاروبارِ زندگی کو جادۂ مستقیم پر استوار کرنے اور رکھنے میں ان کے کردار کی اہمیت مردوں کے کردار سے کسی قدر کم نہیں۔ صدیوں تک مرد و عورت دونوں اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ قومیں اپنی اپنی باری پر آتی اور جاتی رہیں۔ معاشرے بنتے اور بکھرتے رہے۔ تاریخ میں عورت سمیت کئی دیگر انسانی طبقات پر ظلم و ستم اور ناانصافی کا ذکر ملتا ہے، مگر صنفی بنیادوں پر مرد عورت کے معاشرتی کردار پر اس انداز سے بحث کی نوبت شاید کبھی نہیں آئی جس انداز سے دورِ جدید میں کچھ عرصے سے یہ موضوعِ گفتار و کردار بنا ہوا ہے۔ شاید اس طویل بحث و تمحیص کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہو کہ مسلمان جس طرح اپنے دینی ورثے سے عملی طور پر دور ہو کر اپنی دیگر معاشرتی اقدار کو کھو بیٹھے ہیں، اسی طرح خواتین کے حقوق کی پامالی بھی معاشرے میں ایک روگ کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ پاکستان کے معروضی حالات میں اس کا پسِ منظر قیامِ پاکستان سے پہلے کے رسم و رواج بھی ہو سکتے ہیں اور اس میں وڈیرہ شاہی کے مخصوص حالات کا دخل بھی ہو سکتا ہے۔ چوں کہ ظلم و ستم کا ہمیشہ رد عمل ہوتا ہے۔ یہاں بھی رد عمل کا ظاہر ہونا فطری سی بات تھی۔ لہذا خواتین کے حقوق کے معاملے میں دھیرے دھیرے آواز اٹھنا شروع ہوئی۔ زمانۂ طالب علمی میں ،،تعلیم نسواں'' کے مضمون کا تذکرہ تو ہو چکا۔ کچھ عرصے بعد ،،مساواتِ مرد و زن'' کا نعرہ سننے میں آیا۔ پھر ماضی قریب میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر یکساں طور پر خواتین کے حقوق کی بات ہوتے ہوتے مردوں کو بلا تمیز معاشرے کا ظالم عنصر اور خواتین کو بلا تمیز معاشرے کا مظلوم عنصر قرار دیا جانے لگا۔ تلفزیائی مکالموں میں بین قوسین ،،مردوں کا معاشرہ'' کی اصطلاح عام ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ مردوں کے اِس ظالم معاشرے میں عورت کو اس کا اصل مقام دلا کر رہنے کے نعرے بلند ہونے لگے۔ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے حال ہی میں جرأت مندانہ عملی اقدامات کا ایک سلسلہ جاری ہوا،

جس میں مذہب کو خواتین کی ترقی میں رکاوٹ قرار دینے کی آوازیں بھی کہیں کہیں سنائی دینے لگی ہیں۔ Women empowerment بھی آج کا ایک خوب صورت نعرہ ہے، جس کی روشنی میں تقریباً وہ عملی اقدامات ہو رہے ہیں جو یورپ نے اپنے صنعتی انقلاب کے دور میں کیے تھے۔ اس نظریے کے مطابق جب تک مذہب کے دقیانوسی تصورات سے چھٹکارا نہیں پایا جاتا، ترقی نہیں ہو سکتی۔ آج کے ہمارے تحفظِ حقوقِ نسواں کا مقصد بھی پاکستانی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو ملک و ملت کی تعمیر و ترقی میں برابر کا حصے دار بنانا ہی نہیں بلکہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر مالی، صحافتی، قانونی اور انتظامی تائید و امداد فراہم کر کے اس قابل بنانا ہے کہ وہ حکومت چلائیں، اداروں کی سربراہ ہوں، سردی ہو یا گرمی، چوک میں کھڑی ہو کر ٹریفک کنٹرول کریں، پولیس کی وردی پہن کر مجرموں کی سرکوبی کریں، جہاز اڑائیں، ڈرائیور کنڈکٹر بنیں، غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ رہے جہاں مردوں کی اجارہ داری ہو، ہر جگہ خواتین ملک و ملت کی ترقی میں اپنا حصہ ڈالیں۔ اب یہاں خواتین کے حقوق کی بات بطورِ خواتین نہیں بلکہ معاشرے کے ایک فرد کی حیثیت سے ہے جس میں مرد عورت کی کوئی تخصیص نہیں۔

اس مقالے کا مقصد ترقی کی رفتار میں رکاوٹ ڈالنا یا خواتین کی حق تلفی پر مبنی دقیانوسی نظام کی وکالت کرنا نہیں، بلکہ قرآنِ مجید کے نظریۂ ازدواج کی روشنی میں معاشرے کی ترقی میں مرد و زن کے کردار کا علمی مطالعہ کرنا ہے۔ اس نقطۂ نظر کے مطابق مساواتِ مرد و زن کی تعبیر یوں ہے کہ ان دونوں بشری صنفوں کا کردار ہم وزن ہے، ہم شکل نہیں۔

اسی کو زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ معاشرے کی تشکیل، تعمیر اور ترقی میں مرد اور عورت دونوں کا کردار اہمیت اور کارکردگی کے لحاظ سے برابر ہے، مگر ان میں سے ہر ایک کے کردار کی ماہیت، حقیقت اور صورت مختلف ہے۔ ہر ایک کا اپنے اپنے دائرے میں کردار اپنی نوعیت کی توانائی پیدا کرتا ہے، پھر دونوں طرف کی توانائی کے مخصوص قدرتی اثرات ہیں جو ایک خود کار نظام کے تحت مل کر معاشرے کی گاڑی چلاتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی بھی اپنے مخصوص کردار میں کوتاہی کرتا ہے یا اپنا کام چھوڑ کر صنفِ مخالف کا کردار اپنا لیتا ہے یا دونوں اصناف اپنا اپنا کردار چھوڑ دیتے ہیں اور یہ کوتاہی افراد سے بڑھ کر طبقات تک پہنچ جاتی ہے تو معاشرے کی تشکیل، تنظیم، اخلاقی تربیت اور فکری تحریک میں واضح تبدیلیاں نمایاں ہوتی ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کے ہاں قوموں کی Negative Ranking شروع ہو جاتی ہے اور جب غیر ذمہ دارانہ رویے قومی سطح پر فیشن بن جاتے ہیں تو انہی کی بنیاد پر قوموں کے عروج و زوال کی تاریخیں رقم ہوتی ہیں۔ قرآنِ مجید نے قوموں کے عروج و زوال کی ایک صورت یوں بیان کی ہے:

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَا اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاءُ وا السُّوْاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِئُوْنَ[1]

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ انہوں نے دیکھا ہو کہ ان سے پہلے جو لوگ تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟ وہ طاقت میں ان سے زیادہ مضبوط تھے اور انہوں نے زمین میں ہل چلائے تھے اور ان سے بڑھ کر اسے آباد کیا تھا، اور ان کے پاس ان کے پیغمبر واضح دلائل لے کر آئے تھے! چنانچہ اللہ تو ایسا نہیں تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر جن لوگوں نے برائی کی تھی ان کا انجام بھی برا ہی ہوا، کیوں کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

فکری اور عملی پستی کے نتیجے میں آنے والے انقلاب کی ایک کیفیت یوں بیان کی گئی ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِه فَسَوْفَ يَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَه اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ[2]

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، جو مومنوں کے لیے نرم اور کافروں کے لیے سخت ہوں گے، وہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا، بڑے علم والا ہے۔

مصور پاکستان علامہ اقبالؒ بھی شاید اپنی قوم کو یہی بات سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں:

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر وسناں اول طاؤس ورباب آخر

[1]: روم۹:۳۰: ۱۰
[2]: مائدہ۵: ۵۴

تصورِ ازدواج

اس تمہید کے بعد قرآنِ مجید کے تصورِ ازدواج پر ایک نظر ڈالتے ہیں جو اس مقالے کی اصل بنیاد ہے۔ اس کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ کائنات کا نظام جوڑوں کی مدد سے چل رہا ہے، جوڑوں کے افراد مستقل بالذات نہیں بلکہ ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا دائرۂ کار، تقسیم کار اور صلاحیتیں مختلف ہیں۔ ہر فرد اپنے فرضِ منصبی کی ادائیگی سے ایک خاص قسم کی توانائی پیدا کرتا ہے جو اس کے ساتھی فرد کی پیدا کی ہوئی توانائی سے مناسبت رکھتی (Compatible) ہے. جوڑے کے دونوں افراد ایک دوسرے کے کام میں دخل نہیں دیتے، مگر ان دونوں کی اپنے اپنے دائرۂ کار میں پیدا کی ہوئی توانائی ایک خودکار نظامِ قدرت کے ذریعے یکجا ہو کر ایک دوسرے کے عمل کی تکمیل کرتی ہے۔ جس سے اس کائنات میں ایک یا ایک سے زیادہ سرکل چلتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کی کارکردگی میں کوئی خلل آئے تو اس جوڑے سے متعلقہ سرکل میں کمزوری یا خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ[1]

اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کیے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

سائنسی مثالیں

اس نظریے کی قرآنی مثالیں پیش کرنے سے قبل تصورِ ازدواج سے متعلق کچھ سائنسی حقائق کی طرف اشارہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ البتہ یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس مقالے میں سائنسی مثالوں کی حیثیت تائیدی ہے جب کہ تحقیقی عمل کی اصل بنیاد قرآنِ مجید ہے جس کے حقائق حتمی اور ابدی ہیں۔ سائنسی حوالے سے یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ ساری کائنات عناصر سے مل کر بنی ہے۔ پھر ہر جاندار کا چھوٹے سے چھوٹا عنصر (Cell) کہلاتا ہے اور ہر بے جان چیز کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی ذرہ (Atom) ہے۔ کچھ عرصے تک تو سائنسی تحقیق ایٹم پر ہی اٹکی رہی لیکن بعد میں انکشاف ہوا کہ ایٹم بھی قابل تقسیم ہے اور اس کے اندر بھی ایک دنیا بستی ہے۔ اس دنیا کے اپنے عناصر ہیں۔ اس کے تین بنیادی عناصر پروٹان (proton)، نیوٹران (Neutron) اور الیکٹران (Electron) ہوتے ہیں۔ پروٹان اور نیوٹران مرکزے کے اندر ہوتے ہیں، جن میں سے نیوٹران بظاہر کوئی چارج پیدا نہیں کرتا جب کہ پروٹان پر مثبت چارج ہوتا ہے جس کی وجہ سے

---

[1]: ذاریات ۵۱: ۴۹

مرکزے پر بھی مثبت چارج ہوتا ہے۔ادھر الیکٹران مرکزے کے اندر نہیں، باہر ہوتا ہے اور اپنے مخصوص راستوں سے مرکزے کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے۔اس پر منفی چارج ہوتا ہے۔ایک ایٹم کے اندر پروٹان اور اس کے باہر الیکٹران کی تعداد برابر ہوتی ہے جس کی وجہ سے مثبت اور منفی چارجز برابر رہتے ہیں اور ایک ایٹم مجموعی طور پر نیوٹرل شمار ہوتا ہے۔ پھر عناصر ایک خاص نسبت سے مل کر مرکبات بناتے ہیں جس میں پروٹان اور الیکٹران کے ان جوڑوں کا کردار بہت اہم ہوتا ہے اگر ان کے مثبت یا منفی چارج کسی طرح ختم کر دیے جائیں تو مرکبات کی تشکیل ممکن نہیں رہتی[1]۔

جوڑے کی دوسری سائنسی مثال مقناطیس سے دی جاسکتی ہے، جس کی طاقت سے دنیا بھر کی مشینری حرکت میں ہے۔ مقناطیس کے دو قطب ہوتے ہیں جو قطبِ جنوبی (South pole) اور قطبِ شمالی (North pole) کہلاتے ہیں۔ان دونوں کی خصوصیات ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں۔ایک جیسے دو قطب آمنے سامنے ہوں تو وہ ایک دوسرے کو دور دھکیلتے ہیں جب کہ مخالف سمت کے قطب ایک دوسرے کے لیے کشش کا باعث ہوتے ہیں اور اسی پر دنیا بھر کا مشینی نظام چل رہا ہے[2]۔

جوڑے کی تیسری مثال برقی رو ہے۔ بجلی اِنسانی زندگی میں یوں اہمیت اختیار کر گئی ہے جیسے جسم میں روح۔اس کا نظام بھی ایک جوڑے پر ہی چل رہا ہے، کہیں بھی برقی توانائی کی فراہمی کے لیے مثبت اور منفی رو کی حامل دو تاروں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ جن میں سے ہر ایک کا اپنا اپنا کام اور اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔ مگر وہ ایک دوسرے کے لیے اس قدر اہم ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی مدد کے بغیر برقی رو کی فراہمی کا فریضہ سرانجام نہیں دے سکتا۔ مگر دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان دونوں کو اپنے اپنے دائرہ کار میں رہ کر اپنا کام کرنا پڑتا ہے[3]۔یہی حال بیٹری سے حاصل کی جانے والی توانائی کا ہے،اس میں بھی مثبت اور منفی تاروں کے لیے الگ الگ قطب بنائے جاتے ہیں۔

---

[1]: A text book of Science for Class vii, National Book Foundation, Islamabad 2004, Chapter8, Atom and Its Structure, page 64

[2]: A text book of Science for Classvii, National Book Foundation, Islamabad 2004, Chapter17, Magnets and Its Currents, page131, A text book of Science for Class5, Dr. Pervez Aslam Shami, National Book Foundation, Islamabad, Chapter18, Magnetism, page 88

[3]: A text book of General Science for Class IX&X, Prof. Muhammad Tahir Hassan and others, National Book Foundation, Islamabad 2003, Chapter 8, Current Electricity, page 128

کمپیوٹر کی ایجاد نے انسانی زندگی میں انقلاب بپا کر دیا ہے۔ چھوٹے بڑے اور اچھے برے، کروڑوں کام اس کی مدد سے پل بھر میں ہو رہے ہیں مگر اس کی حقیقت پہ جائیں تو ایک ثنائی زبان (Binary Language) کا نظام اس کی کل کائنات ہے، گویا یہ بھی جوڑے ہی کا مرہونِ منت ہے[1]۔

قرآنی مثالیں

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے جوڑوں کی مثالیں دی ہیں، سب کا احاطہ تو یہاں ممکن نہیں، بطورِ نمونہ چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ انسانوں اور جانوروں کے جوڑے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ- جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَّذْرَؤُكُمْ فِيْهِ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ[2]

وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے ہیں، اور مویشیوں کے بھی جوڑے بنائے ہیں۔ اس ذریعے سے وہ اس میں تمہاری نسل چلاتا ہے۔ کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔

۲۔ مختلف جانوروں کے جوڑے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا- كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّه لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِاثْنَيْنِ قُلْ ءٰالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ... [3]

---

[1]: A text book of Computer Science for ClassIX&X, Prof.Muhammad Muhammad Tahir Hassan, National Book Foundation, Islamabad 2003, Chapter 5, Data Representation, page 69, کمپیوٹر سٹڈیز برائے جماعت نہم و دہم، ناشر امتیاز بک ڈپو برائے پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور، باب ٦، عددی نظام، ص ٣٤

[2]: شوریٰ ١١:٤٢

[3]: انعام ٦: ١٤٢: ١٤٤

(اور چوپایوں میں سے بوجھ اٹھانے والے بھی اور زمین سے لگ کر چلنے والے بھی پیدا کیے۔اللہ نے جو رزق تمہیں دیا ہے اس میں سے کھاؤاور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، یقین جانو! وہ تمہارے لیے ایک کھلا دشمن ہے۔اللہ نے آٹھ جوڑے پیدا کیے ہیں۔دو بھیڑوں سے اور دو بکریوں سے۔آپ ان سے پوچھیے کہ: کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو؟ یا ہر اس بچے کو جو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں ہو؟ اگر تم سچے ہو تو علم کی روشنی میں مجھے جواب دو! اور اسی طرح اونٹوں کی بھی دو صنفیں پیدا کی ہیں اور گائے کی بھی دو...)۔

۳۔ پھلوں کے جوڑے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ هُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِیْها رَوَاسِیَ وَ اَنْهٰرًا وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ[۱]

اور وہی ذات ہے جس نے یہ زمین پھیلائی، اس میں پہاڑ اور دریا بنائے اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے دو دو جوڑے پیدا کیے، وہ دن کو رات کی چادر پہنا دیتا ہے۔یقیناان ساری باتوں میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کریں۔

۴۔ جنت میں پھلوں اور چشموں کے جوڑے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّه جَنَّتٰنِ فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ- ذَوَاتَا اَفْنَانٍ- فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ- فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ[۲]

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا تھا، اس کے لیے دو باغ ہوں گے۔تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔دونوں باغ شاخوں سے بھرے ہوئے! تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔انہی دو

---

[۱]: رعد۱۳:۳

[۲]: رحمٰن۵۵: ۴۶ : ۵۳

باغوں میں دو چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں ہر پھل کے دو دو جوڑے ہوں گے۔ تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

پہلی اور دوسری مثال میں انسانوں اور جانوروں کے جوڑوں کا تذکرہ ہے، جب کہ دوسری اور تیسری مثال میں درختوں، چشموں اور پھلوں کے جوڑوں کا ذکر ہے۔ انسانی اور حیوانی جوڑے عموماً فطری شمار ہوتے ہیں۔ ہر کوئی انہیں دیکھ اور محسوس کر سکتا ہے۔ انسانوں اور جانوروں میں تذکیر و تانیث ہر شخص کو معلوم ہو جاتی ہے مگر دیگر اشیاء، پھلوں، چشموں اور درختوں وغیرہ کے جوڑے معلوم کرنے کے لیے سائنس کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے۔ مندرجہ بالا مثال نمبر ۲ میں ارشادِ باری تعالیٰ کا جملہ نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو تو علم کی روشنی میں مجھے جواب دو! علم وحی کو سائنسی تحقیق سے ثابت کرنے پر اصرار کرنے والے اہل علم و دانش کے لیے بڑا دلچسپ جملہ ہے۔ سائنس یقیناً ان امور پر تحقیق کر بھی رہی ہے، کچھ حقائق اس پر منکشف ہو گئے ہیں اور کچھ دیگر ابھی سربستہ راز ہیں۔ کلام الٰہی قرآنِ مجید اس سلسلے میں حتمی فیصلہ کرنے کی حیثیت رکھتا ہے۔ سائنس قیامت تک اپنا کام کرتی رہے گی۔ دیکھیے کس قدر سفر طے کر پاتی ہے۔

جوڑوں کی ان مثالوں سے ہمارا مقصد اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی خصوصیات اور اپنا اپنا دائرہ کار ہے جس میں اپنی صلاحیتیں صرف کر کے وہ اس نظام ہستی کو چلانے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ اس کا یہ فطری وظیفہ افزائش نسل بھی ہو سکتا ہے اور اس کے علاوہ مختلف قسم کے کام بھی جن سے توانائی پیدا (Energy production) بھی ہوتی ہے، اس کی تخزین (Storage) بھی ہوتی اور استعمال کے لیے تیاری (Processing) بھی۔ جب ہم جوڑوں کی بات کرتے ہیں تو اس کے لیے عرفِ عام میں تذکیر و تانیث کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں، سائنسی زبان میں انہی کو مثبت اور منفی (Positive & Negative) کہا جاتا ہے۔ سورۂ فتح میں دو مرتبہ ارشاد ہوا: {وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ } (اور زمین و آسمان کے لشکر اللہ کے ہیں) میں اس طرف لطیف اشارہ ہے کہ نظامِ کائنات چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے توانائی کے لا محدود وسائل پیدا کیے ہیں۔ جس کی حقیقت پانے کے لیے سائنسی تحقیقات جاری ہیں۔ ان دونوں مقامات میں سے ایک مقام پر اطمینانِ قلب اور سکینہ کو ایک لشکر قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا[۱]

وہی تو ہے جس نے مومنوں کے دلوں پر تسلی نازل فرمائی تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے اور آسمانوں اور زمین کے لشکر سب اللہ ہی کے ہیں اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اس کے ساتھ ہی منافقین اور مشرکین کو عذاب دینے کا تذکرہ فرما کر پھر ارشاد فرمایا:

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا[۲]

اور آسمان اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

انہی ارشادات باری تعالیٰ کو سامنے رکھ کر ارشادِ باری تعالیٰ وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ[۳] اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کیے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو، کی تحقیق کی جائے تو نظام کائنات میں ازدواجی تفاعل کی واضح مثالیں قدم قدم پر ملیں گی۔

تکوینی جوڑے

تکوینی جوڑوں میں زمین اور آسمان، رات اور دن، پہاڑ اور دریا وغیرہ کی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر ان میں سے صرف ایک جوڑے کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ[۴]

اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ ہے آسمانوں میں ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ[۵]

---

[۱]: فتح ۴۸: ۴

[۲]: فتح ۴۸: ۷

[۳]: ذاریات ۵۱: ۴۹

[۴]: ذاریات ۵۱: ۲۲

[۵]: یونس ۱۰: ۵۹

کہہ دیجیے کہ بھلا دیکھو تو اللہ نے تمہارے لیے جو رزق نازل فرمایا تو تم نے اس میں سے کچھ کو حرام ٹھہرایا اور کچھ کو حلال۔ پوچھیے! کیا اللہ نے اس کا تمہیں حکم دیا ہے یا تم اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہو؟۔

ان دونوں آیاتِ طیبات میں سے پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا رزق آسمانوں میں ہے اور دوسری آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں سے ہی ہمارے لیے رزق اتارتے ہیں مگر رزق جس کا تصور ہمارے ہاں عموماً غلے، سبزیوں اور پھلوں وغیرہ میں مرکوز رہتا ہے، اسے ہم نے کبھی آسمان سے اترتے نہیں دیکھا بلکہ ہم پورے یقین کے ساتھ یہ بات مشاہدہ کرتے اور مانتے ہیں کہ یہ رزق زمین سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر قرآنِ مجید کی دی ہوئی معلومات اور مشاہدے کے تضاد کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے۔ اس مسئلے کا حل تلاش کرنا نہ تو ایک سائنس دان کے لیے مشکل ہے، نہ ہی قرآنِ مجید پر غیر متزلزل یقین رکھنے والے مسلمان کو اس میں کوئی شک ہو سکتا ہے۔ اس کا طبیعی حل یہی ہے کہ یہ رزق زمین اور آسمان کے باہمی تفاعل سے پیدا ہوتا ہے، جس میں وہ دونوں اپنی اپنی خصوصیات کے مطابق اپنے اپنے دائرۂ کار کے اندر رہتے ہوئے اپنا اپنا فرضِ منصبی ادا کرتے ہیں جس سے رزق کی تخلیق عمل میں آتی ہے۔

سائنس دان کہتے ہیں کہ آسمان [ان کے بقول خلا کی بلندی] کی طرف سے زمین پر پہنچنے والی تپش کے نتیجے میں زمین کا پانی بخار بن کر اُڑ جاتا ہے۔ پھر آسمان پر اس سے بارش تیار ہوتی ہے اور زمین کی طرف اترتی ہے۔ اس بارش کی مدد سے زمین کی مٹی میں ملا ہوا بیج پھٹتا ہے اور دھیرے دھیرے پودے کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی مثال ایک کھیتی سے دیتے ہوئے فرمایا:

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَه فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا [1]

وہ ایک کھیتی کی طرح ہیں جس نے پہلے اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی اور اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے۔ جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

اسی بارش کو قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر رزق کے لفظ سے ذکر کیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1]: فتح ۴۸: ۲۹

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ- تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِه يُؤْمِنُوْنَ [1]

اور رات اور دن کے آگے پیچھے جانے میں اور وہ جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے رزق نازل فرمایا پھر اس سے زمین کو اس کے مر جانے کے بعد زندہ کیا اس میں اور ہواؤں کے بدلنے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں۔اب یہ لوگ اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس پر ایمان لائیں گے ؟۔

جو رزق اس ذریعے سے پیدا ہوتا ہے وہ صرف انسانوں کے لیے نہیں ہوتا بلکہ جانوروں کا رزق پیدا کرنے کے لیے بھی قدرت نے یہی نظام جاری فرمایا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَاۗءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِه زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ [2]

کیا انہوں نے نہیں دیکھا ہم بنجر زمین کی طرف پانی رواں کرتے ہیں، پھر اس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ بھی۔ تو یہ دیکھتے کیوں نہیں؟

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ - يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ [3]

وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا جسے تم پیتے ہو اور اس سے درخت بھی شاداب ہوتے ہیں جن میں تم اپنے چوپایوں کو چراتے ہو۔اسی پانی سے وہ تمہارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر طرح کے پھل پیدا کرتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لیے اس میں نشانی ہے۔

مفسر شنقیطی لکھتے ہیں: {فِيْهِ تُسِيْمُوْن} کا معنی یہ ہے کہ تم لوگ ان میں اپنے چوپاؤں کو کھلا چھوڑ

---

[1]: جاثیہ۴۵: ۵ :۶

[2]: سجدہ۳۲: ۲۷

[3]: نحل۱۶: ۱۰ :۱۱

دیتے ہو کہ چرتے پھرتے ہیں۔

تخلیقِ رزق میں بارش کے کردار کے علاوہ سائنس سورج کی کرنوں اور دھوپ کی صورت میں پہنچنے والی توانائی کے کردار کو بھی ثابت کر چکی ہے۔ زمین اور آسمان کے باہمی تفاعل سے نہ صرف غلے، پھل اور سبزیاں پیدا ہوتے ہیں بلکہ زمین کی معدنیات اور دیگر خزانوں کی پیداوار اور افزائش بھی اہلِ علم سے مخفی نہیں[1]۔ اب اگر زمین یا آسمان میں سے کسی میں اپنا کردار ادا کرنے کی صلاحیت نہ رہے یا کسی وجہ سے وہ اپنا مخصوص کردار ادا نہ کریں تو رزق حاصل نہ ہو گا یا اگر کسی ذریعے سے ہو گیا تو ناقص ہو گا۔

پھر آسمان سے ایک ہی پانی اترتا ہے مگر زمین میں زرخیزی کی صلاحیت یا بیج مختلف ہونے کی وجہ سے پیداوار مختلف ہوتی ہے۔ درج ذیل ارشادِ باری تعالیٰ سے اس عمل کی کچھ وضاحت ہو جاتی ہے:

وَ هُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِه حَتّٰى اِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۤءَ فَاَخْرَجْنَا بِه مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ- وَ الْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُه بِاِذْنِ رَبِّه وَ الَّذِىْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ[2]

وہی تو ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھالاتی ہے تو ہم اس کو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر بادل سے بارش برساتے ہیں، پھر بارش سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کر کے باہر نکالیں گے۔ یہ اس لیے کہ تم نصیحت پکڑو۔ جو زمین پاکیزہ ہے اس میں سے اس کا سبزہ میں سے اس کے رب کے حکم سے نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں سے جو کچھ نکلتا ہے وہ بے کار ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم آیتوں کو شکر گزار لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔

اسی طرح زمین و آسمان کے باہمی تفاعل کی ایک مثال یوں بیان فرمائی گئی ہے:

---

[1]: شنقیطی، محمد امین، اضواء البیان في إیضاح القرآنِ بالقرآن، ط دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۵ء، ۶: ۳۷۷ اور [سورۂ جاثیہ ۵:۴۵]، [سورۂ بقرہ ۲: ۲۲]، [سورۂ ابراہیم ۱۴: ۳۲] اور [سورۂ ق ۹:۵۰] کا مطالعہ رزق کے معاملے میں زمین و آسمان کے تفاعل پر بہت مفید ہے۔

[2]: اعراف ۷: ۵۷ : ۵۸

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا وَ مِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِی النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُه كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَ الْبَاطِلَ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ [1]

اسی نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس سے اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہہ نکلے، پھر نالے پر پھولا ہوا جھاگ آگیا اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کے لیے آگ میں تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے، چنانچہ جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور جو کچھ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان فرماتا ہے۔

جب ہم ازدواجی جوڑوں اور ان کے اپنے اپنے کردار کے بارے میں بات کر چکے تو انسانی جوڑوں کے اپنے معاشرے کی تعمیر و ترقی میں کردار کا ذکر ہمارے اصل موضوع کی طرف التفات ہے۔ تعمیر و ترقی کیا ہے؟ اس کی تعریف اور تعبیر مختلف لوگوں کے نزدیک مختلف ہو سکتی ہے اور اس کی بناء پر انسانی جوڑوں کے کردار مختلف ہو جاتے ہیں۔ یہ مقالہ چونکہ قرآنی تصور ازدواج پر مشتمل ہے اس لیے انسانی جوڑوں کا کردار ذکر کرنے سے پہلے قرآن کی زبانی ترقی یافتہ معاشرے کے خدوخال کا تذکرہ یہاں ضروری ہے تاکہ اسی سیاق وسباق میں ازدواجی کردار کا تعین ہو سکے۔ قرآنی آیات کی روشنی میں یہ خدوخال درج ذیل ہیں:

ترقی یافتہ معاشرے کے خدوخال

۱۔ خوشگوار زندگی: قرآنِ مجید نے ایک مثالی زندگی کو {حَيَاةً طَيِّبَةً} کہا ہے اور اس حیات طیبہ کے خدوخال مختلف الفاظ میں بیان کیے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّه حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [2]

جو شخص نیک اعمال کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو خوش گوار زندگی سے زندہ رکھیں گے اور ہم یقیناً ان لوگوں کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔

۲۔ بال بچے اور رزق کی فراوانی: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1]: رعد۱۷:۱۳

[2]: نحل۱۶: ۹۷

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ[1]

اور اللہ تعالیٰ ہی نے تم سے تمہارے لیے عورتیں پیدا کیں اور عورتوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے اور کھانے کو تمہیں پاکیزہ چیزیں دیں۔ تو کیا اب یہ لوگ بے اصل چیزوں پر اعتقاد رکھتے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے انکار کرتے ہیں؟

۳۔اسباب معیشت کی فراوانی: اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا:

وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ[2]

اور اے قوم! اپنے پروردگار سے بخشش مانگو پھر اس کے آگے توبہ کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلادھار بارش برسائے گا اور تمہاری طاقت پر طاقت بڑھائے گا اور گنہگار بن کر روگردانی نہ کرنا۔

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کا قول منقول ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا:

ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا- ثُمَّ اِنِّيْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا- فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّه كَانَ غَفَّارًا- يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا- وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا - مَا لَكُمْ لاَ تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا[3]

[1]: نحل ۱۶:۷۲

[2]: ہود ۱۱: ۵۲

[3]: نوح ۷۱:۸ :۱۳

پھر میں ان کو کھلے طور پر بھی بلاتا رہا اور ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا اور کہا کہ اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے بارش برسائے گا۔ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں بہادے گا۔ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم خدا کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے۔

۴۔امن وسلامتی: اللہ تعالیٰ نے قوم قریش کو جب اپنی عبادت کی دعوت دی تو اپنے اسی احسان کا ذکر فرمایا کہ انہیں بھوک کی حالت میں کھانا فراہم کیا اور خوف سے بچا کر امن بخشا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ- اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاۗءِ وَالصَّيْفِ- فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ- الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ[1]

قریش کے مانوس کرنے کے سبب۔ ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔ اب تو ان لوگوں کو چاہیے کہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں، جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔

امن وسلامتی کا مسئلہ آج پوری دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ جس نے معاشرے کی جڑیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ قرآنِ مجید نے جہاں ترقی یافتہ معاشرے کے قیام کے دیگر پہلوؤں پر راہنمائی فراہم کی ہے وہاں امن وسلامتی کے حصول کے لیے بھی رہنما اصول فراہم کیے ہیں۔ یہاں ترقی کے اسباب ذکر کرنے کے بعد خصوصیت سے اس مسئلے کے بارے میں چند قرآنی ہدایات درج کی جاتی ہیں:

تعمیر و ترقی کے حصول کا دار و مدار

سورۂ تین میں انسانیت کا اصل مقام {اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ} (بہت اچھی صورت) بتایا گیا ہے اور اس مقام بالا کے تحفظ کے لیے واحد ذریعہ عمل صالح اور حق واستقامت کی باہمی تلقین کو قرار دیا گیا ہے۔ اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی انسانی فرد یا معاشرہ اپنے مقام و مرتبہ سے گر کر تنزلی کی گھاٹیوں میں چلا جائے تو اس کی نشاۃِ ثانیہ کا واحد ذریعہ بھی عملِ صالح ہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ - ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ - اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ[2]

---

[1]: قریش۱۰۶:۱ :۴

[2]: تین۹۵:۴ :۶

یقیناً ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔ پھر اس کو بدل کر پست سے پست کر دیا۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے بے انتہا اجر ہے۔

اسی طرح سورۂ عصر میں بطبیعتِ حال انسانی خسارے کا تذکرہ کر کے عمل صالح اور حق و استقامت کی باہمی تلقین کو اس کی نشاۃ ثانیہ کا واحد ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۂ نحل میں {حَيَاةً طَيِّبَةً}[1] کو ایک ایک مثالی معاشرے (Model Society) کا نمونہ قرار دے کر اس کے حصول کا طریقہ عملِ صالح بتایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ترقی یافتہ معاشرے کے جو خدوخال سطورِ بالا میں ذکر کیے گئے ہیں ان سب کے حصول کے لیے عملِ صالح ہی کو بنیاد قرار دیا ہے۔

عملِ صالح

اب دیکھنا یہ ہے کہ عمل صالح کیا ہے جس سے ایک خوشگوار زندگی حاصل ہو سکتی ہے۔ عرفِ عام میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت قرآنِ مجید اور ذکر اذکار وغیرہ کو عمل صالح کہا جاتا ہے، مگر عربی زبان میں اور خود قرآنِ مجید میں عملِ صالح کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ عربی زبان کے حوالے سے تو ہر ''کارآمد'' فعل کو عمل صالح کہا جاتا ہے۔ لفظ صالح عربی مصدر صلاح سے ماخوذ ہے، مشہور امام لغت لفظ طلاح کی تشریح میں کہتے ہیں: ''طلاح، صلاح کا متضاد ہے اور صالح، طالح کے برعکس ہے، چنانچہ طَلَحَ يَطْلُحُ طلاحا کا معنی فاسد ہو جانا ہے''[2]۔ المعجم الوسیط میں ہے: الصالح: المستقيم المؤدي لواجباته، والصلاح: الاستقامة والسلامة من العيب (صالح وہ ہے جو سیدھا ہو اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرے، اور صلاح کا معنی سیدھا ہونا اور عیب سے پاک ہونا ہے) [3]۔ لفظ صلاح کے انگریزی مترادفات درجِ ذیل ہیں:

Goodness; rightness; validity, fitness, suitability, appropriateness, propriety, adequacy, serviceability, usability, practicability, usefulness, utility, righteousness, uprightness, probity, integrity, honesty, piety, dutifulness[4]

---

[1]: نحل١٦: ٩٧

[2]: لسان العرب، ابن منظور الإفريقى (طلح)، ط١، دارالصادر بيروت

[3]: المعجم الوسيط، تاليف ابراهيم مصطفى، احمد الزيات وغيره، تحقيق مجمع اللغة العربية مصر، نشردارالدعوة، باب الصاد ١: ٥٢٠

[4]: روحى بعلبكى، قاموس المورد القريب (عربى– انكليزى)، طبعة جديدة ملونة، دارالعلم للملايين، بيروت-

اس بنا پر یہ متعین ہو جاتا ہے کہ ہر بر موقع اور مناسب حال کام کو عملِ صالح کہا جاتا ہے، جس سے اس کا ہدف ٹھیک طور پر پورا ہو سکے۔ جب بات قرآنی تناظر میں ہو رہی ہے تو عبد الرحمن ناصر السعدی کے مطابق ''عمل صالح سے مراد دین حق ہے[1]۔'' شیخ محمد الغزالی لکھتے ہیں:

من تمام العمل الصالح أن نقدره قدره، وأن لانتجاوز به حدوده[2]

عمل صالح کا کامل درجہ یہ ہے کہ اسے موقع و مناسبت کے مطابق بجالایا جائے اور یہ کہ ہم اس کی حدود سے تجاوز نہ کریں۔

امام ابن تیمیہؒ عمل صالح کی تعریف یوں کرتے ہیں:

العمل الصالح هو المشروع، و هو طاعة االله ورسوله، و هو فعل الحسنات التي يكون الرجل به محسناً (۳)

عملِ صالح ہر جائز کام کو کہتے ہیں، اور وہ اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا نام ہے اور اس سے مراد بھلائی کے کام کرنا ہے جن سے انسان محسن کہلاتا ہے۔

ابو اسحاق الزجاج کہتے ہیں:

الصالح: الذي يؤدي إلى الله ما افترض عليه، ويؤدي إلى الناس حقوقهم[4]

صالح وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے وہ فرائض ادا کرے جو اس نے اس پر عائد کیے ہیں، اور لوگوں کے لیے ان کے حقوق ادا کرے۔

اس سے ثابت ہوا کہ عمل صالح میں دین یا دنیا کی تخصیص نہیں ہے بلکہ دارین میں ہر طرح کی خیر و خوبی کے حصول کے لیے جو جائز کام کیا جائے وہ عمل صالح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی یہی بتاتا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے: حضرت ابوہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمایا کرتے تھے:

---

[1] :التنبيهات اللطيفة فيما احتوت عليه الواسطية من المباحث المنيفة، عبد الرحمن ناصر السعدى، طبع دار طيبة، الرياض، ۱۴۱۴ھ، معنى الحمد ۱: ۱۰

[2] :الجانب العطفى من الإسلام، مُحَمَّد الغزالى، ط۱، دار النهضة، مصر، من حقيقة العبودية ۱: ۱۱۳

[3] :مسألة فى المرابطة بالثغور افضل أم المجاورة بمكة شرفها االله، ابن تيميه، ط۱، ۲۰۰۲، نشر اضواء السلف۲:۷۵

[4] :ابن سيده، المحكم والمحيط الأعظم، باب الحاء والصاد والنون ۱: ۴۶۴

اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي، وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي، وَأَصْلِحْ لى آخِرَتِي الَّتى فِيهَا مَعَادِي، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ[1]

اے اللہ! میرے لیے میرے دین کی اصلاح کردے جو میرا سب کچھ ہے اور میرے لیے میری دنیا درست کردے جس میں میری زندگی کا سامان ہے اور میرے لیے میری آخرت درست کردے جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے۔اور میری مزید زندگی ہو تو اسے میری ہر بھلائی میں اضافے کا ذریعہ بنا اور جب موت آئے تو اسے میرے لیے ہر شر سے جان چھوٹ جانے کا ذریعہ بنادے۔

جاری ہے۔۔۔

مصادر و مراجع

١- البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل الجعفی الکندی، الجامع الصحیح المختصر، تحقیق مصطفی دیب البغا، دار ابن کثیر، الیمامہ،بیروت، ط٣، ١۴٠٧ھ،١٩٨٧ء

٢- بعلبکی، روحی، دکتر، المورد القریب (عربی– انکلیزی)، طبعة جدیدة ملونة، دارالعلم للملایین، بیروت-

٣- بیھقی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی الخراسانی، شعب الایمان، تحقیق دکتر عبدالعلی عبد الحمید حامد، ناشر مکتبة الرشد، الریاض، ١۴٢٣ھ ،٢٠٠٣ء

۴- بیھقی، السنن الکبریٰ، طبع دائرة المعارف، حیدرآباد دکن، ١٣۴۴ھ

۵- الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ السلمی، السنن، تحقیق احمد بن شاکر وغیرہ، دار اِحیاء التراث العربی، بیروت

۶- ابن تیمیہ، ابوالعباس احمدبن عبدالحلیم، مسألة فی المرابطة بالثغور افضل أم المجاورة بمکة شرفھا اللہ، ط١، ٢٠٠٢، نشر اضواء السلف

٧- الزیات، احمد، وآخرون، المعجم الوسیط، تحقیق مجمع اللغة العربیةمصر، نشردارالدعوة

---

[1]: صحیح مسلم ۲۳۹:۱۳

٨- السعدی، عبد الرحمن ناصر، التنبیهات اللطیفة فیما احتوت علیه الواسطیة من المباحث المنیفة، طبع دار طیبة، الریاض، ١٤١٤ھ

٩- سید قطب، فی ظلال القرآن، موقع التفاسیر، مکتبه شامله

١٠- ابن سیده، ابو الحسن علی بن اسماعیل المرسی، المحکم والمحیط الأعظم، تحقیق عبدالحمید هنداوی، دارالکتب العلمیه، بیروت، ٢٠٠٠-

١١- شنقیطی، مُحَمَّد امین، تفسیر اضواء البیان فِي اِیضاح القرآنِ بالقرآن، ط دارالفکر، بیروت، ١٩٩٥ء

١٢- ابن عاشور: مُحَمَّد بن الطاهر، التحریر والتنویر، دارسحنون للنشر و التوزیع، تونس، ١٩٩٧ء

١٣- ابن عطیه، ابو مُحَمَّد عبد الحق ابن عطیه الاندلسی، المحرر الوجیزفی تفسیر الکتاب العزیز، تحقیق عبدالسلام عبدالشافی مُحَمَّد، دارالکتب العلمیه، بیروت، ١٤٢٢ھ

١٤- الغزالی، مُحَمَّد، الجانب العطفی من الإسلام، ط١، دار النهضة، مصر

١٥- القرطبی، ابو عبدالله مُحَمَّد بن احمدالخزرجی الانصاری، الجامع لأحکام القرآن والمبین لما تضمنه من السنة وآي الفرقان،مکتبه شامله

١٦- ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر الدمشقی، تفسیر القرآن العظیم، مکتبه شاملہ

١٧- مسلم بن حجاج القشیری النیسابوری، الجامع الصحیح، تحقیق مُحَمَّد فواد عبدالباقی، نشردار احیاء التراث العربی، بیروت، ت-ن-

١٨- ابن منظور الإفریقی، لسان العرب، ط١، دارالصادر بیروت

١٩. A text book of Science for Class vii, National Book Foundation,I ,slamabad 2004

٢٠. A text book of Science for Class vii, National Book Foundation,I ,slamabad 2004

٢١. A text book of Science for Class 5, Dr. Pervez Aslam Shami, National Book Foundation, Islamabad

٢٢. A text book of General Science for Class IX & X, Prof. Muhammad ,Tahir Hassan and others, National Book Foundation, Islamabad 2003

٢٣. A text book of Computer Science for Class IX & X,Prof. Muhammad ,Muhammad Tahir Hassan, National Book Foundation, Islamabad 2003

٢٣- کمپیوٹر سٹڈیز برائے جماعت نہم ودہم، ناشر امتیاز بک ڈپو برائے پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور، باب ٦، عددی نظام، ص ٣۴